سلسلہ نمبر 1

اصلاحی دو باتیں

از افادات

حضرت مولانا شیخ

محمد اظہر اقبال صاحب مدظلہم

هدایه پبلشرز

HIDAYAH PUBLISHERS

حقوق الطبع محفوظۃ

نام کتاب	:	اصلاحی دو باتیں ❶
تالیف	:	حضرت مولانا شیخ محمد اظہر اقبال صاحب دامت برکاتہم
صفحات	:	60
اشاعت	:	اول
سن اشاعت	:	اپریل 2021
ناشر	:	ھدایہ پبلشرز
فون نمبر	:	0322-2181020
ویب سائٹ	:	www.islamicessentials.org
ای میل	:	info@islamicessentials.org

ملنے کا پتہ : ھدایہ پبلشرز

C-20، خالد کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، ڈیفنس کراچی

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف	5
2	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف	10
3	بزرگانِ نقشبندیہ کا تعارف	16
4	سلوک مقربین کے لئے	25
5	مقربین کی صفات	29
6	صحبتِ شیخ	38
7	صحبتِ شیخ کی اہمیت	42
8	رابطہ شیخ کے فوائد	47
9	رابطہ شیخ	53

عرض ناشر

کرونا کی پہلی لہر میں جب اجتماع پر پابندی لگی تو حضرت شیخ صاحب دامت برکاتہم نے جمعرات کی مجالس اور صبح کے مراقبے ک آن لائن ترتیب بنادی۔

روزانہ صبح فجر کے بعد زوم پر آن لائن مراقبہ ہونے لگا، چونکہ اس میں دور رہنے والے ساتھیوں کے لئے بہت سہولت ہوگئی کہ روزانہ حضرت شیخ صاحب کے ساتھ مراقبہ کرنے کا موقع مل جاتا تو ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا، پھر حضرت نے فرمایا کہ اب مراقبہ میں مختصر دو باتیں کرلیا کریں گے۔

اس طرح دو باتوں کی ترتیب شروع ہوئی تو کئی ساتھیوں نے ہدایہ پبلشرز کی ٹیم سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ان دو باتوں کو کتابی شکل میں لایا جائے۔

اب آپ کے سامنے پیش ہے "اصلاحی دو باتیں جلد 1"

ان شاء اللہ ارادہ ہے کہ جس طرح حضرت شیخ صاحب دامت برکاتہم نے روزانہ دو باتیں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے اسی طرح آپ ساتھیوں کے لئے بھی کتابی شکل میں لانے کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔

اللہ نگہبان

والسلام

ٹیم ہدایہ پبلشرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی : أَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ، وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

سلسلہ نقشبندیہ اور اس کے اسباق کا تعارف

نقشبندیہ نام کی وجہ تسمیہ:

سلسلہ نقشبندیہ کا یہ نام اس لیے مشہور ہو گیا کہ ایک بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، انہوں نے ہی اس سلسلے کی تدوین کی، حضرت چونکہ نقشبند کے علاقے کے رہنے والے تھے تو اسی علاقے کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس سلسلہ کا نام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پڑ گیا۔

سلسلہ نقشبندیہ کے 35 اسباق:

ابتدائے زمانے میں سلسلہ نقشبندیہ میں 16 اسباق تھے جو حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز کیے تھے۔ حضرت بہاؤالدین خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ راتیں مسلسل اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا سلوک مانگتا رہا جو یقیناً اللہ سے ملانے والا ہو، اٹھارہ راتیں مسلسل اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے بعد اللہ تعالی نے یہ ترتیب دل میں القاء فرمائی اور یوں ان 16 اسباق کی ترتیب بنی۔ سولہواں سبق مراقبۂ معیت ہے اور یہاں پر آکر سلوک ختم ہو جاتا تھا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ نقشبندیہ کے اسباق میں اضافہ فرمایا اور آپ نے تعداد بڑھا کر 35 اسباق کر دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان اسباق کا اضافہ فرمایا تو آپ کے شیخ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید کے بارے میں فرماتے ہیں:

ان اسباق کو شامل کرنے سے پہلے ہم تنگ گلی میں کھڑے تھے، شیخ احمد نے ہمیں ایک وسیع راستے پر ڈال دیا ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ آسان اور سنت کے قریب ہے:

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سلوک میں سالک کی اپنی سستی کے علاوہ اور کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

اگر سالک صرف اپنی سستی دور کر دے اور اپنے اسباق پابندی سے کرے تو اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا یہ راستہ سب سے زیادہ ہموار ہے۔ ہمارے سلوک میں اور دیگر سلاسل کے سلوک میں ایک فرق یہ ہے کہ دیگر سلاسل میں پہلے مجاہدے کروائے جاتے ہیں،

سالک کو کہا جاتا ہے کہ تم اپنے نفس کے خلاف کام کرو مثلا کہا جاتا ہے ٹھنڈا پانی موجود بھی ہے تو بھی گرم ہی پیو، سایہ موجود ہے پھر بھی دھوپ میں ہی رہو، روزہ رکھنا ہے تب بھی کم کھاؤ، ایک کھجور پر گزارا کرو، جبکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سلوک مجاہدوں سے نہیں بلکہ اتباع سنت کے ذریعے طے کروایا جاتا ہے۔ اتباع سنت تو تمام سلوک کے اندر موجود ہے، مگر اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اندر کے اتباع سنت کا زیادہ اہتمام ہے۔ اسی لئے یہ سلسلہ باقی سلسلوں کی بنسبت آسان اور سنت کے قریب ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ میں محبت کا ذائقہ زیادہ ہے:

ہمارے سلوک کے اندر سالک کو پہلے مراقبہ "اللہ اللہ" کروایا جاتا ہے اور بعد میں "لاالہ الا اللہ" کروایا جاتا ہے اور دوسرے سلاسل میں پہلے "لاالہ الا اللہ" کا ورد کرایا جاتا ہے اور مراقبات بعد میں آتے ہیں۔ پہلے جو مراقبہ "اللہ اللہ اللہ" کروایا جاتا ہے اس سے سالک کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذائقہ ملتا ہے۔

اس لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ کے بارے میں ایک قول ارشاد فرماتے ہیں:

"سلسلہ نقشبندیہ میں اندراج النھایۃ فی البدایۃ ہے۔"

یعنی کہ سلسلہ نقشبندیہ میں سالک شروع میں ہی وہ محسوس کر لیتا ہے جو اس سلوک کی انتہاء ہے۔ اس کو شروع میں ہی زبردست قسم کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس مراقبہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس بات سے بھی معلوم ہوا کہ یہ اتباع سنت کے قریب تر ہے

کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت سے شروع میں ہی یہ محسوس ہونے لگتا تھا کہ دل میں ایک محبت جاگ اٹھی ہے اور ایک جذبہ پیدا ہو گیا۔

سلسلہ نقشبندیہ کا فیض:

اس سلسلے میں بہت سے مشہور اکابرین گزرے ہیں، جنہوں نے سلسلہ نقشبندیہ سے فیض پایا،

- چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بزرگ تھے، حضرت کو "جامعۃ الاسانید" بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان، پاکستان بلکہ برصغیر کی تمام احادیث کی سندیں حضرت سے جا کر ملتی ہیں۔
- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تھا۔
- حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کے یہ بارھویں صدی کے مجدد تھے یہ بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے۔
- ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ حضرت پہلے پاکستان میں تھے پھر مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے، حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا تعلق رہا۔ آپ کو بہت شوق تھا کہ زندگی کا آخری وقت مدینہ میں ہی گزرے تو مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو کچھ دن تک گھر تلاش کرتے رہے بہت سارے گھر دیکھ رہے تھے مگر سمجھ نہیں آرہا تھا کس گھر کا فیصلہ کروں، ایک رات استخارہ کر کے سو گئے کہ کون سی جگہ لینی ہے، فرماتے ہیں کہ خواب میں دیکھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان گھروں میں سے ایک گھر میں تشریف لائے اور اس

کے گھر کے دروازے پر لکھ دیا "منزل اصحاب النقشبندیه" کہ یہ جگہ ہے نقشبندی لوگوں کے نقشبندی ساتھیوں کے رہنے کی ہے "مهبط انوار المحمدیه" کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں محمد ﷺ کے انوارات آئیں گے۔

تو اس سلسلے میں بڑے بڑے اکابرین گزرے ہیں اور اس سلسلے کے اکابرین نے خوب اتباع سنت کا اہتمام کیا اور ردِّ بدعات پر کام کیا کسی بدعت کو داخل ہونے نہیں دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف:

ایک اہم بات اس سلوک سے متعلق جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اس سلسلے کے جتنے بھی صاحب نسبت بزرگ ہیں ان کے مبارک چہروں کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر منکشف کیا اور قیامت تک آنے والے جتنے بھی بزرگ اس سلوک سے نسبت حاصل کریں گے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے چہروں کو دکھایا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید یہ بھی فرمایا کہ امام مہدی رضی اللہ عنہ بھی اسی سلوک سے ہوں گے۔

الحمدللہ !ہماری نسبت ان اکابرین سے جڑ گئی ہے، یہ بہت بڑی نسبت ہے، اللہ تعالی اس تعلق کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالی ہم پر اپنا خاص کرم فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا تعارف

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نقشبندیہ سلسلے کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں، جب حضرت کا نام لیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے حضرت مجدد الف ثانی۔

مجدد الف ثانی کا مطلب؟

مجدد کہتے ہیں دین کی تجدید کرنے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا [1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس صدی میں حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تشریف لائے تو وہ اس صدی کے مجدد تھے بلکہ اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان کے آنے پر دین اسلام کے پہلے ہزار سال مکمل ہوئے اور یہ اگلے ہزار سال کے بھی مجدد کہلائے۔

الف ثانی کا خطاب کیوں ملا؟

اتنے بڑے مجدد کا خطاب کیوں علماء نے ان کو دیا کیونکہ آپ رحمہ اللہ کے کارنامے ہی

---

[1] سنن أبي داود (4/109)

عجیب وغریب تھے، جب آپ رحمہ اللہ نے دین کا کام شروع کیا تو اس وقت برصغیر پاک وہند میں اکبر بادشاہ کا راج تھا، اس کی حکومت میں بدعات کا دور شروع ہو گیا تھا اور برصغیر میں بدعات اپنے عروج پر تھیں، مزاروں پر سجدہ کرنا اور ہندوؤں والی رسومات مسلمانوں میں خلط ملط ہو گئی تھیں، حتی کہ اکبر بادشاہ نے دین سے دوری کی وجہ سے اپنا ایک خود ساختہ مذہب بنا لیا تھا جس میں ہندو اور مسلمان دونوں مذاہب کو ملا دیا تھا اور اس کا نام دین الٰہی رکھ دیا کہ یہی سب کا دین ہے۔ غرض اسلام کی شناخت کو مسمار کر کے رکھ دیا تھا اور پورے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے اسلام دین پر عمل مشکل ہو گیا تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے اس خود ساختہ مذہب کے خلاف کام کیا۔ جس کے نتیجے میں اکبر بادشاہ کے بیٹے جہانگیر نے آپ رحمہ اللہ کو قید کر دیا تھا۔ لیکن بعد میں وہ آپ رحمہ اللہ سے بیعت ہو گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے کارنامے:

آپ رحمہ اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بدعات کا برصغیر میں سب سے پہلے قلع قمع کیا۔ خاص طور پر تصوف میں جو بدعات آ گئی تھیں، ان کی نشاندہی کر کے تصوف کو بدعات سے پاک کیا۔ اس سے بڑھ کر حکومتی سطح پر آپ رحمہ اللہ کی محنت اور کوشش سے جو مغل بادشاہ تھے انہوں نے اپنی غلط روش سے توبہ کی اور پھر آپ رحمہ اللہ کی اور آپ کے خلفاء کی محنتوں کی وجہ سے برصغیر پاک وہند میں شریعت کے نفاذ کا بہترین دور وجود میں آیا۔ جتنا شریعت پر عمل امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی محنت سے ہوا کبھی پاک وہند میں شریعت پر اتنا عمل نہیں ہوا اور نہ ہی اس سے پہلے ایسی اسلامی حکومت وجود میں آئی۔

جیل میں ہی بادشاہ بیعت ہوگیا:

اکبر بادشاہ کے بعد جہانگیر بادشاہ نے آپ کو قید کرلیا، جیلر حضرت رحمہ اللہ سے بہت متاثر ہوئے اور بیعت ہوئے، پھر اس کے بعد جہانگیر بادشاہ کے بڑے بڑے جرنیل آپ سے بیعت ہوئے اور بعد میں جہانگیر بادشاہ بھی بیعت ہوگیا اور اسی بادشاہ نے آپ کو جیل میں ڈالا تھا مگر آپ کی باطنی قوت اور آپ کے دل میں جو اللہ تعالیٰ کی محبت تھی اس نے اثر دکھایا۔ جہانگیر بادشاہ آپ کی نصیحت کو سنتا اور آپ کے پاس حاضر ہوتا اور آپ کا ایسا معتقد ہوگیا تھا کہ ہر وقت آپ کی قربت کا خواہشمند تھا، اس نے آپ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لشکر میں شامل ہو جائیں حضرت نے استخارہ فرمایا تو یہی آیا کہ آپ بادشاہ کے پاس رہیں دوسری طرف آپ کے مریدین آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ حضرت کو رہائی ملی ہے تو حضرت واپس آئیں اپنی مسند پر بیٹھیں اور دینی کام کریں کریں مگر آپ نے بادشاہ کے ساتھ رہنا پسند کیا اور اس بادشاہ پر آپ نے محنت کی۔

برصغیر میں شریعت کا نفاذ:

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بادشاہ آمادہ ہوگیا کہ برصغیر میں شریعت کا نفاذ کیا جائے اور اس بادشاہ کا جو بیٹا تھا اورنگزیب عالمگیر وہ باقاعدہ سلوک طے کرنے والے صاحب نسبت بزرگ بننے اور آپ کے خلفاء سے تعلق قائم رکھا۔ اور جب اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ بادشاہ بنے تو دین کے اعتبار سے یہ برصغیر کا بہترین دور تھا کہ حقیقی معنوں میں شریعت کا نفاذ عمل میں آیا۔ آپ کا یہ قول ہے کہ ”ملک کا جو بادشاہ ہوتا ہے وہ ملک کا قلب ہوتا ہے، اگر وہ سدھر جائے تو پورا ملک سدھر جاتا ہے“۔

آپ رحمہ اللہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا بادشاہ پر محنت کی اور بادشاہ کا دل بدلا اور پوری قوم پر شریعت کا نفاذ ہو گیا۔ یہ حضرت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ:

جہانگیر بادشاہ کے دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا اور پھر جہانگیر بادشاہ نے حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ سے تعلق قائم فرمایا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے اور پھر جہانگیر بادشاہ بھی فوت ہوئے، پھر اورنگزیب عالمگیر نے حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ سے بیعت کی اور باقاعدہ سلوک کی منازل طے کیئے۔ سلوک طے کرنے کا اورنگزیب عالمگیر کو اتنا شوق تھا کہ آپ حضرت کے پاس آتے تو لمبے عرصے کے لئے رُک جاتے، ایک دفعہ آپ نے حضرت سے یہ گزارش کی کہ حضرت دل چاہتا ہے کہ آپ کے پاس رہ جاؤں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ ذمہ داری عطا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس ملک کا بادشاہ بنایا اور یہ سارے امور مجھے دیکھنے ہوتے ہیں تو کوئی خلیفہ اگر آپ ہمارے یہاں بھیج دیں تو ان کی صحبت میں رہ کر میں پورا سلوک سیکھ جاؤں تو حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ نے اپنے بڑے خلیفہ اور صاحبزادے اور حضرت مجدد رحمہ اللہ کے پوتے حضرت سیف الدین رحمہ اللہ کو اورنگزیب بادشاہ رحمہ اللہ کی طرف روانہ کیا اور اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ سے فرمایا کہ یہ جیسے آپ کو کہیں آپ ویسے کرتے جائیں تو آپ کو اصلاح نصیب ہو گی اور اللہ تعالی نے اورنگزیب عالمگیر کو بھی صاحب نسبت بنادیا۔ اتنا ادب اپنے شیخ خواجہ سیف الدین رحمہ اللہ کا کرتے کہ ان کے اٹھنے سے پہلے جاگتے اور ان کے لیے وضو کا پانی خود اپنے ہاتھوں سے گرم کرتے تھے اور ان کے

وضو اور استنجا کے لئے جو لوٹا ہوتا اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کھڑے رہتے، جب حضرت بیدار ہوتے تو ان کے دیئے ہوئے پانی سے وضو اور استنجا کرتے۔

مکتوباتِ مجدد الف ثانی :

آپ رحمہ اللہ کے کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ آپ کے مکتوبات ہیں اور یہ مکتوبات چار پانچ سو سال پہلے لکھے گئے ہیں۔ مکتوبات دراصل خطوط کا مجموعہ ہیں جو حضرت رحمہ اللہ نے اپنے مریدین کو جواب میں لکھے ہیں۔ بعد میں ان کو کتابی شکل دیدی گئی۔ علماء مشائخ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور باطنی قوت بھی محسوس کرتے ہیں اور دین کے بڑے اہم مسائل پر آپ نے زبردست خطوط لکھے ہیں۔ تصوف اور سلوک، تفسیر، حدیث کے حوالے سے بھی بہت بہترین مواد موجود ہے۔ شفقت و محبت اور اخلاق و تزکیہ نفس پر بھی بہترین خطوط موجود ہیں، ان مکتوبات کی بہت بڑی برکت ہے۔ بہت سے مشائخ اس کو صرف برکت کے لیے بھی پڑھتے ہیں۔

جیل جانے پر بھی شکر کی کیفیت:

جب آپ رحمہ اللہ کو قید میں ڈالا جارہا تھا تو مریدین بہت پریشان تھے۔ حضرت سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ پریشان ہیں؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ میں بالکل پریشان نہیں ہوں، میں بہت عرصے سے چاہتا تھا کہ لمبی تہجد پڑھ لوں، مگر دینی مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں ملتا تھا اب جیل جاؤں گا تو لمبی تہجد کی نماز پڑھنے کا موقع ملے گا تو اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کو پورا کیا۔ جب آپ کو جیل میں ڈالا جارہا تھا تو آپ کی خانقاہ، گھر اور آپ کی ساری چیزیں ضبط کرلی گئی تھی، حضرت نے اپنے بیٹوں کو خط میں لکھا کہ ان چیزوں کا غم نہ

کرو کہ انسان جب مرتا ہے تو تب بھی ان چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، اگر مرنے سے پہلے یہ چیزیں چلی گئیں تو کوئی حرج نہیں، پھر آپ رحمہ اللہ نے لکھا کہ اس امت میں کچھ خوش قسمت مشائخ ایسے بھی گزرے جنہوں نے اپنے اختیار سے ان چیزوں کو ترک کر دیا تھا۔

حضرت مجدد صاحب کے چند فرمودات:

آپ رحمہ اللہ مشائخ میں سے پہلے شیخ گزرے ہیں جو فرماتے تھے کہ جو تصوف کے مشائخ ہیں وہ اپنے حلقوں میں تصوف کی کتابیں نہ پڑھا کریں، بلکہ فقہ کی کتابیں پڑھائیں، کیونکہ سالکین کے لیے لئے فقہ کا جاننا زیادہ ضروری ہے کہ وہ سالک ہی کیا جو شریعت پر عمل نہ کرے اور اصل تصوف تو شریعت پر عمل کرنا ہی ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ طریقت شریعت کی لونڈی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو طریقت ہے، بیعت ہونا، سلسلے میں داخل ہونا، ذکر اذکار سیکھنا ان سب کا مقصد یہ ہے کہ شریعت پر عمل آسان ہو جائے۔

سب سے اقرب ترین سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔دوسرے سلاسل بھی اپنی جگہ بہترین ہیں، مگر امتیازی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں اللہ تعالی نے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جیسے بزرگ بھیجے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں اس سلسلے کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی تعلیمات جو کہ در حقیقت دینی تعلیمات ہیں ان پر پوری طرح سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين

سلسلہ نقشبندیہ کے چند بزرگوں کا تعارف (حصہ اول)

ویسے اس سلسلے میں سات بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں مگر زیادہ مشہور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آج ان سے پہلے کے بزرگوں کا مختصر تذکرہ کرنے کا ارادہ ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ:

سلسلہ نقشبندیہ میں صرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ستارہ نہیں بلکہ ہر بزرگ چمکتا دمکتا ستارہ ہے۔ انگریزی زبان میں یوں کہیے کہ ہر بزرگ سپر اسٹار تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک اور بزرگ گزرے ہیں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ یہ بڑے اللہ والے تھے اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں ان کا بہت ذکر فرماتے ہیں اور تصوف میں ان کے اقوال کو سند مانتے تھے۔ ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے شرح جامی تحریر فرمائی (شرح جامی عربی گرامر کی ایک بہت ہی شاندار کتاب ہے) یہ ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے ہی تعلق رکھتے تھے اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔

دنیا سے تعلق بھی دوست کی وجہ سے رکھا ہے:

یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ بیعت نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرتا ہوں اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف انہوں نے بہت سنی تھی تو سفر کر کے وہ حضرت کی خدمت میں پہنچے، حضرت کے بارے میں ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سنا ہوا تھا تو ان کے ذہن میں تھا کہ دنیا سے بے رغبت بزرگ

ہوں گے اور ہر وقت وہاں پر ترک دنیا کا سبق دیا جاتا ہوگا، مگر جب ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر پہنچے تو وہ دیکھ کر حیران ہوگئے کہ محل نما خانقاہ ہے اور دنیا کی ایسی ریل پیل تھی کہ حضرت کے پاس بہت سارے جانور تھے، اس وقت ٹرانسپورٹ تو نہیں ہوتی تھی، سواری کے لئے جانور استعمال ہوتے تھے، مزید حیران اس بات پر ہوئے کہ جن میخوں میں یہ جانور بندھے ہوئے تھے وہ میخیں بھی سونے اور چاندی کی بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں، بزرگ تو وہ ہوتے ہیں جو ترک دنیا کرتے ہیں اور ذہن میں بھی یہی خاکہ لے کر آئے تھے ان کے پاس تو رہنے کی کوئی صحیح جگہ بھی نہیں ہوگی اور کھانے کے لیے کھانا نہیں ہوگا اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا، یہ سب دیکھ کر ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں آیا کہ یہ کوئی اللہ والے بزرگ نہیں ہیں اور حضرت سے ملاقات کیے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے، جاتے جاتے فارسی میں ایک مصرعہ کہا:

ع نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

اس کا مطلب ہے کہ وہ مرد خدا ہی نہیں جس نے دنیا کو دوست رکھا۔

حالانکہ وہ کئی دنوں کا سفر کر کے آئے تھے، واپسی کے سفر میں جا رہے تھے تو رات میں کہیں رُک کر پڑاؤ ڈالا اور سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ قیامت کا منظر ہے اور قیامت کی ہولناکیاں ہیں اور خواب میں ہی پریشان ہو رہے ہیں کہ مجھے ان ہولناکیوں سے کون نکالے گا اتنے میں دیکھتے ہیں کہ خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں اور ان کو خواب میں قیامت کی ہولناکیوں سے نکال کر سکون والی جگہ پر لے جاتے ہیں، اس کے بعد

ان کی آنکھ کھل گئی۔ اب ان کے دل میں آیا کہ میں تو حضرت سے ملے بغیر ہی آ گیا اور خواب مجھے ایسا آ رہا ہے، انہوں نے سوچا ان سے ملاقات کر کے آتا ہوں، واپس انہوں نے سفر کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر پہنچے اور خانقاہ میں اندر داخل ہوئے تو حضرت کی مجلس لگی ہوئی تھی اور حضرت کے مریدین ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسے ہی مجلس میں داخل ہوئے تو حضرت نے فرمایا: ”مولانا واپس آ گئے“ یہ سن کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ پریشان ہو گئے کہ حضرت کو کیسے پتہ چلا کہ میں آیا تھا اور آ کر واپس چلا گیا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جی حضرت! واپس آ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا جاتے ہوئے جو مصرعہ کہا تھا وہ سنائیں، یہ سُن کر تو مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اور زیادہ پریشان ہو گئے کہ یہ کیسے پتہ چلا کہ میں نے کوئی مصرعہ کہا تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت میں نے وہ ایسے ہی کہہ دیا تھا

ع نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد

حضرت نے اس شعر کو مکمل فرمایا:

اگر دارد برائے دوست دارد

کہ اگر اس دنیا کو دوست رکھا ہے تو وہ بھی اُس دوست کی وجہ سے دوست رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر یہ دنیا نظر آ رہی ہے تو اِس دنیا کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے نظر آ رہی ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے وقت کے بڑے ستارے تھے۔ چونکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ شیخ تھے اس لئے حضرت کی کتابوں میں ان کی بہت تعریف کی گئی ہے اور ان کے علوم سے بہت فائدہ اٹھایا، ان کی صحبت میں دو تین مرتبہ بہت لمبے عرصے کے لئے وقت گزارا۔

حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی واقعہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت لوگ محبت کرتے تھے، آپ کے گھر کے سامنے ایک نانبائی تھا وہ حضرت کا مرید تھا اور حضرت کا دیوانہ تھا، ایک مرتبہ حضرت کے گھر پر رات کے وقت مہمان آئے، حضرت اپنے مہمانوں کا بہت خیال رکھتے تھے، جو بھی خانقاہ میں آتے تھے ان کے آرام کا، ان کے کھانے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، مگر یہ مہمان رات کو دیر سے پہنچے اور حضرت کی اہلیہ بیمار تھیں، حضرت پریشان تھے کہ مہمانوں کی خدمت کیسے کی جائے اور کھانے کا انتظام کیسے کیا جائے۔ نان بائی نے جب یہ دیکھا کہ اتنی رات کو حضرت کے گھر مہمان آئے تو اس نے خود ہی کھانے کا انتظام کیا اور جاکر ان مہمانوں کو کھانا بھی پیش کیا اور ان کی خدمت بھی کی، جب حضرت کو پتہ چلا کہ نان بائی نے بغیر کہے مہمانوں کی خدمت کی تو حضرت نے نان بائی کو بلایا اور فرمایا: ”تمہارے اس عمل نے میرے دل کو بہت خوش کیا ہے اور یہ تہجد کا وقت بھی ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اس وقت جو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگوں گا وہ اللہ تعالیٰ مجھے عطا کریں گے تو تم اگر کوئی چیز چاہتے ہو کہ اس دنیا میں تم کو مل جائے تو میں اس کے لئے اللہ سے دعا کروں گا“ نانبائی نے کہا کہ

حضرت ایک ہی دل کی تمنا ہے کہ میں آپ کے جیسا بن جاؤں حضرت نے فرمایا کہ کچھ اور مانگ لو مگر اس نے کہا کہ میری یہی چاہت ہے۔ حضرت نان بائی کو اپنے کمرے میں لے گئے اور کہا کہ تم بھی مراقبہ کرو اور خود بھی مراقبہ کیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت کے پاس جتنی باطنی نعمتیں تھیں وہ حضرت نے اس کو منتقل کر دیں اور کچھ مصنفین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی ظاہری شکل وصورت بھی حضرت جیسی ہوگئی تھی، بہر حال جب یہ دونوں کمرے سے نکلے تو جو کچھ بھی حضرت کی کیفیات تھیں وہ اس نانبائی میں منتقل ہوگئیں، مگر چوں کہ اس نے باقاعدہ سلوک طے نہیں کیا تھا تو ان کیفیات کو وہ برداشت نہیں کر سکا اور چند دنوں میں وہ فوت ہوگیا، بہر حال اس حال میں اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا ایک بڑی سعادت کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کے فیض سے مستفیض فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين

سلسلہ نقشبندیہ کے چند بزرگوں کا تعارف (حصہ دوم)

آج کی دو باتوں میں اولاً ان بزرگوں کا مختصر تعارف کیا جائے گا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آئے اور ان کے بیٹے اور پوتے بھی باقاعدہ سلوک طے کر کے بزرگ بنے۔

باپ کے بعد بیٹا جانشین :

ہمارے برصغیر پاک و ہند میں کچھ خانقاہوں میں یہ چیز رائج ہے کہ اگر باپ بہت بڑے بزرگ تھے تو بیٹے کو بھی بڑا بزرگ سمجھ لیا جاتا ہے اور جب باپ فوت ہوتا ہے تو بیٹا خانقاہ کا جانشین بن جاتا ہے اور یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کیا بیٹے نے محنت کی ہے کہ نہیں، کیا اس کے اندر اتباع سنت ہے، کیا وہ شریعت کو سمجھتا ہے، کیا وہ عبادت و ریاضت جو اس کے والد نے کی اس نے کی۔ یہ ایک بہت ہی عجیب و غریب عادت رائج ہے۔ ہمارے مشائخ نے اس چیز کو رَد فرمایا اور یہ بتایا کہ یہ چیز ضروری نہیں کہ اگر والد بڑا شیخ ہے تو بیٹا بغیر محنت کئے ہی بڑا شیخ بن جائے گا۔ البتہ ہمارے مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ بات ضرور ہے کہ کہ اگر شیخ کا بیٹا بھی وہی محنت و ریاضت کرتا ہے اور عبادت و اتباع سنت کا شوق رکھتا ہے اور سلوک کو باقاعدہ طے کرتا ہے تو بیٹا باقی خلفاء سے زیادہ بہتر خلیفہ بن جائے گا۔

ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں دو جگہ پر ایسا ہوا کہ والد بھی شیخ اور بیٹا بھی شیخ اور پوتا بھی شیخ بنے۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے، پھر ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے اور پھر ان کے بیٹے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے وقت کے بڑے بزرگ تھے۔ اس واقعے کے چند سو سال بعد دوبارہ اسی طرح ہوا کہ ہمارے ہی سلسلے

کے ایک بزرگ خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے بیٹے حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ وہ بھی سلسلے کے بڑے بزرگ ہیں، پھر ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ علیہ یہ بھی سلسلے کے بزرگ تھے۔

خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ:

ہمارے سلسلہ کے بزرگ خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے۔ حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ بہت بہترین ذوق رکھتے تھے اور بہت جلدی وفات پا گئے تھے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ 36 یا 37 سال کی عمر میں میں دنیا سے رخصت ہوگئے، مگر سلوک میں ایک زبردست کمال حاصل تھا۔ جب حج کے سفر پر جارہے تھے تو راستے میں ان کو ڈر تھا کہ اتنی پاک جگہ پر جارہا ہوں، کہیں بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جاؤں، آپ کے حالات میں لکھا ہے کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی کرامات دی تھی کہ 13 دن آپ مکے میں رہے مگر 13 دن نہ آپ نے کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا، اسی لئے آپ کو بیت الخلا کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ آپ کو یہ بھی خوف تھا کہ میں اس پاک مٹی کو ناپاک نہ کروں۔

حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمہ اللہ:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ ان کی خانقاہ مسکین پور میں ہے اور مسکین پور میں ہر سال اب بھی اجتماع ہوتا ہے۔ آپ کی خانقاہ پر لوگوں کا اور خاص کر علماء کا بڑا ہجوم رہتا تھا، اللہ نے آپ کو بڑی قبولیت عطا فرمائی تھی، پورے پاک وہند اور افغانستان سے لوگ آتے تھے۔ آپ کی عادت تھی

کہ آپ مریدین کو مخاطب کر کے کہتے تھے " فقیروں" اور وہاں پر ایک ترتیب تھی کہ فجر کے بعد حضرت مراقبہ فرماتے اور اس میں تمام مریدین شامل ہوتے۔

ایک مرتبہ آپ نے مراقبے کے بعد اعلان کیا کہ فقیروں! جمع ہو جاؤ، جب سارے مریدین جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ کل رات میرے پیٹ سے ہوا خارج نہیں ہو رہی تھی اور اس وجہ سے میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا، بہت تکلیف ہوئی اور بہت دیر تک میں تکلیف میں رہا، حتی کہ مجھے لگا کہ میری اب جان نکل جائے گی، پھر فرمایا کہ فقیروں! جو شخص اپنے جسم سے ہوا خارج کرنے کا بھی محتاج ہو کیا وہ کوئی بڑا بول بول سکتا ہے؟ مریدین نے عرض کیا کہ نہیں، پھر حضرت نے فرمایا کہ کل رات خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے قریشی! آپ نے جیسی متبع سنت جماعت بنائی ہے ایسی متبع سنت جماعت پوری دنیا میں کہیں نہیں۔

حضرت خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ:

اس سلسلے کے ایک اور بڑے بزرگ حضرت خواجہ عبد المالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے خلیفہ تھے۔ حضرت کا ابتدائی دور غربت میں گزرا، ان کو حج کا بڑا شوق تھا، مگر غربت اتنی تھی کہ کہ حج پر نہیں جا سکتے تھے اور اس وقت حج کا سفر اتنا آسان نہیں تھا، صرف جانے کا سفر تین مہینے کا ہوتا تھا۔ حضرت بہت دعائیں کرتے تھے کہ حج کی سعادت نصیب ہو جائے اور نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ایک رات خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے عبد المالک! تم ہمارے پاس آتے ہی نہیں" تو خواب میں ہی

انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں آنا چاہتا ہوں، مگر میرے پاس اسباب نہیں ہیں، خواب میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا! ہم کہہ دیتے ہیں۔ اگلے ہی دن مریدین میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت بہت دن سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ آپ میری طرف سے حج پر تشریف لے جائیں، حج کے سفر کے لئے یہ رقم میری طرف سے ہدیہ رکھ لیں۔ اس خواب کے بعد حضرت حج پر تشریف لے گئے اور روزہ مبارک پر بھی حاضری دی۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت 27 سال تک زندہ رہے اور 26 سال انہیں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔

اللہ تعالی نے ہمیں بڑے بڑے بزرگ عطا کئے اور بہت خوب نسبت عطا کی ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس نسبت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالی ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت نصیب فرمائے، اللہ تعالی ہمیں یاد الہی اور اتباع سنت والی زندگی نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

سلوک مقربین کے لئے

مشائخ سے تعلق کیوں ضروری ہے؟

پچھلے تین روز سے ہم نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے کچھ بزرگوں کے بارے میں گفتگو کی، اس پر ایک سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا قرب کیا صرف مشائخ سے تعلق قائم کرنے سے پیدا ہوتا ہے؟ یا انسان خود بھی حاصل کر سکتا ہے؟ کیا سلسلوں میں بیعت ہونا ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا قرب سلسلوں سے جڑے بغیر بھی حاصل ہو سکتا ہے، مگر جو شخص اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے خاص مقربین میں سے بننا چاہے تو وہ خاص قرب ان سلاسل سے جڑنے سے ہی حاصل ہو گا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ ایک شخص کو کہہ دیں کہ یہ راستہ ہے اور آپ کو فلاں جگہ پہنچنا ہے، مگر یہ نہیں معلوم کہ کتنے دنوں کی مسافت ہے، بس آپ خود چلنا شروع کر دیں اور دوسرے وہ شخص ہے کہ آپ کو کوئی کہے کہ مجھے راستہ معلوم ہے، میرے ساتھ آجائیں اور میری گاڑی میں بیٹھ جائیں، میں آپ کو لے کر چلوں گا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کو ان دونوں میں سے کون آسانی سے منزل پر پہنچادے گا؟ ظاہر ہے دوسرا شخص جو کسی ایسے کے ساتھ جڑ گیا جس کو راستہ معلوم ہے وہی آسانی سے منزل تک پہنچ جائے گا، اگر راستے میں کوئی خطرہ یا ڈاکو وغیرہ آجائے تو خطرے سے بچنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ آپ کے ساتھ ایک شخص اور ہے جو آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے پاس بچنے کے لیے گاڑی بھی ہے اور جو شخص اکیلا جا رہا ہے اس کو ہر طرح کے خطرات سے خود ہی نمٹنا ہے تو اس کے بچنے کے امکانات کم ہیں، کیونکہ ایک تو اس کو راستہ بھی نہیں معلوم اور اکیلا بھی جا رہا ہے۔ لہذا

مشائخ کے ساتھ بیعت ہونا اور ان سے تعلق قائم کرنا ایسا ہی ہے کہ آپ ایسے شخص کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں جس کو منزل اور راستہ دونوں معلوم ہے۔

سلوک مقرب بننے کے لئے ہے:

جو شخص شیخ سے بیعت ہو گا راستے میں اس کو شیطان ور غلائے گا تو شیخ اس کو شیطان سے بچنے کے طریقے بتائے گا۔ اور جس شخص کا کوئی شیخ نہیں وہ شخص بھی نیکی کے راستے پر چل رہا ہے مگر شیطان سے بچنا اس کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "جس شخص کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہو تا ہے"۔

شیخ سے بیعت ہونا اور ان کی صحبت اختیار کرنا بہت اہم چیز ہے اور جو اللہ جل شانہٗ کا خاص قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ مشائخ کی صحبت اختیار کرے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو یوں بیان کیا کہ "ایک نیکی ہوتی ہے ابرار کی اور ایک نیکی ہوتی ہے مقربین کی، جو انسان چاہے کہ میں مقربین میں سے بن جاؤں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیعت ہو جائے اور مشائخ کے بتائے ہوئے معمولات کی پابندی کرے۔"

شیخ کی توجہ سے شیطان کی چال ناکام:

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کچھ عرصہ ایک سالک نے ذکر اذکار کئے اور پھر اس کو خواب نظر آنے لگے اور ہر روز خواب میں وہ جنت کی سیر کرتا تھا، سالک یہ سمجھنے لگا کہ میں کوئی بہت اچھی جگہ پہنچ گیا ہوں کہ مجھے روز خواب میں جنت دکھائی جارہی ہے، اس نے دوسرے لوگوں کو بتایا کہ میں خواب میں جنت دیکھتا ہوں، وہ اپنے آپ کو شیخ سمجھنے لگا

تھا، بات مشہور ہوتے ہوتے ان کے شیخ تک پہنچ گئی، شیخ صاحب نے فرمایا کہ دوسروں کو بتانا مناسب نہیں، اس سالک نے یہ سمجھا کہ شاید حضرت کو بھی یہ خواب روز نہیں آتے تو حضرت مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں، وہ شخص باز نہیں آیا اور بار بار جنت کے تذکرے سب سے کرنے لگا، حضرت نے اس کو باقاعدہ پیغام پہنچایا کہ اب اگر خواب میں جنت دیکھو تو لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھنا، اگلے دن اس شخص کو خواب میں پھر جنت کی زیارت ہوگی اور خواب میں ہی اسے یاد آیا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھنا ہے، جیسے ہی اس نے لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھا تو سارا منظر ختم ہو گیا اور ہر جگہ راکھ نظر آنے لگی، پریشان ہو کر اٹھا اور بھاگتا ہوا حضرت کے پاس پہنچا اور واقعہ بتایا کہ آپ نے کہا تھا کہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھو میں نے جیسے ہی پڑھا تو سارا منظر ہی ختم ہو گیا اور مجھے صرف راکھ نظر آنے لگی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے جو تجھے گمراہ کر رہا تھا تمہیں تکبر کے مرض میں ڈالنا چاہ رہا تھا۔

آج کل مشائخ جلدی بیعت کیوں کر لیتے ہیں؟

مشائخ سے بیعت ہونا آج کے زمانے میں ایسا ہی ہے جیسے کشتی نوح میں بیٹھ جانا۔ آج کے زمانے میں بیعت ہونا لازم ہے۔ حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانے میں مشائخ ہر ایک کو بیعت نہیں فرماتے تھے، بیعت کرنے سے پہلے بہت استخارہ کرتے تھے جس کے بارے میں استخارہ میں آتا صرف اسی کو بیعت کرتے۔ مگر اب مشائخ کی ترتیب یہ ہے کہ جو بھی بیعت ہونا چاہے اس کو بیعت فرما لیتے ہیں کیونکہ چند سو سال پہلے ماحول ایسا تھا کہ عمومی ماحول ہی اچھا

تھا، والدین بھی سکھاتے تھے اور خاندان کے بڑے بزرگ بھی سکھاتے تھے، اتنا ماحول بنا ہوا ہوتا تھا کہ ہر بندہ نیکی پر آ ہی جاتا تھا اور مشائخ سے بیعت ہونے کا مقصد صرف اور صرف مقربین والی زندگی ہوتی کہ دل سے ہر چیز کی محبت نکل جائے۔ اور جس طرح مجنوں لیلیٰ کا دیوانہ تھا اسی طرح سالک اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا دیوانہ بن جائے، اسی لیے پہلے خاص لوگوں کو بیعت کیا جاتا تھا۔ آج بھی مقصد وہی ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی وہ محبت آجائے کہ ہر وقت صرف اللہ جَلَّ شَانُہٗ یاد رہے، مگر اب نیک بننا ہی مشکل ہے تو مقربین کے راستے پر آنا تو بہت ہی مشکل ہے تو جلدی بیعت کر لیتے ہیں تاکہ صحبت کی برکت سے پہلے نیک بن جائے پھر قرب کے راستے طے کرنا شروع کرے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ عمومی بیعت فرماتے تھے اور سینکڑوں لوگ رسیوں کو پکڑ کر بیعت کرتے تھے۔ تو اب مشائخ کی ترتیب یہ ہے کہ ہر ایک کو بیعت کرنا ہے مگر اب سالک مختلف قسم کے ہو گئے ہیں۔ ایک وہ سالک ہیں جو گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں تو ان کو اس گمراہی میں سے نکالنا ہے اور ایک سالک وہ ہے جو مقربین میں سے بننا چاہتا ہے، اسی وجہ سے اب مشائخ کو بھی الگ الگ طریقے سے کام کرنا پڑتا ہے اور ہر ایک کو بیعت کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شیخ سے سلوک سیکھنے پر مقربین والی تربیت ہوتی ہے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقربین میں شامل فرمائے اور اپنی محبت کا ایک قطرہ عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مقربین کی صفات

کل کی دو باتوں میں ہم نے یہ بیان کیا کہ سلوک مقرب بننے کے لئے ہے۔ اب مقربین کی صفات بتانے کا ارادہ ہے۔

مقربین کون لوگ ہوتے ہیں؟

عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ مقربین ہوا میں اڑتے ہوں گے یا پانی پہ چلتے ہونگے۔ مشائخ نے مقربین کی یہ تعریف نہیں کی، مختصراً مقربین وہ لوگ کہلاتے ہیں جن کے اندر کچھ ایسی صفات آجاتی ہیں جو عام بندوں میں موجود نہیں ہوتی۔

مقربین کی پہلی صفت: استحضار

مقربین میں ایک صفت یہ ہوتی ہے ان کو یہ استحضار رہتا ہے یا ان کی سوچ کا حصہ بن جاتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے چاہے وہ اپنا عمل ہو یا کسی دوسرے کا عمل ہو، سب کچھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رضا سے ہو رہا ہے۔ ہر عمل کا فاعل حقیقی اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہے۔ اگر کسی مقرب بندے کو کوئی ڈانٹتا ہے تو اس کو ڈانٹنے والے پر غصہ نہیں آتا، بلکہ اس کو اپنے اوپر غصہ آتا ہے کہ یہ ناراضگی اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے ہو رہی ہے، ضرور مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا، جبکہ عام لوگ اس طرح نہیں سوچ رکھتے۔ اسی طرح اگر اس بندے کی کوئی تعریف کرتا ہے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ یہ تعریف اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ تبلیغی جماعت والے حضرات کی زبانوں پر یہ جملہ جاری ہوتا ہے کہ سب کچھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے ہونے کا یقین اور مخلوق سے کچھ بھی نہ ہونے کا یقین ہو، یہ اسی سوچ کا حاصل ہے کہ فاعل حقیقی اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہے۔

مقربین کی دوسری صفت: غم پر خوش ہونا

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”مقربین وہ لوگ ہوتے ہیں جو غم کو خوشی پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں مصائب و تکالیف ٹھیک لگتی ہیں، خوشیوں کے آنے پر پریشان ہوتے ہیں“۔ جبکہ عام بندہ یہ کہتا ہے کہ ہر وقت حالات اچھے رہیں، غم نہ آئے اور مجھے کبھی کوئی بیماری نہ ہو، میں ہر وقت خوشحالی میں ہی رہوں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی غم میں بھی خوش رہے؟

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب بندے کو آرام ملتا ہے تو اس میں بندے کی بھی خواہش داخل ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رضا بھی شامل ہے، جبکہ جب غم اور تکلیف اٹھاتا ہے تو کسی بھی بندے کی یہ خواہش نہیں ہوتی کہ اس کو تکلیف یا بیماری ملے، اس میں سو فیصد اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رضا شامل ہے اور عاشق محبوب کی رضامندی و خوشی پر خوش ہوتا ہے، اسی لئے مقربین غم کو پسند کرتے ہیں کہ اس میں سو فیصد اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی رضا شامل ہے۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ:

ایک بزرگ حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں سیلاب آگیا۔ جس علاقے میں سیلاب آنے والا تھا وہاں ایک بند تھا جو ٹوٹنے والا تھا، وہاں کے رہنے والوں نے سوچا کہ اتنے بڑے بزرگ یہاں رہتے ہیں ان سے دعا کرواتے ہیں۔ لوگوں نے تفصیل بتا کر دعا کے لئے کہا تو حضرت نے جب یہ سنا تو کدال لے کر خود بند توڑنا شروع کر دیا۔ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ حضرت یہ کیا کر رہے ہیں ہیں؟

حضرت نے فرمایا: ”جتھے مولا اُتھے شاہ دولہ“ یعنی جو مولی کی مرضی ہوگی میری بھی وہی مرضی ہوگی۔

سالک مقرب بننے کا شوق رکھتا ہے:

جو سالک شیخ سے بیعت ہوتے ہیں وہ صرف نیکی کرنا ہی پسند نہیں کرتے بلکہ مقربین میں شامل ہونا پسند کرتے ہیں، اسی لئے مشائخ کے بتائے ہوئے معمولات اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے سے نیکی کا بہت اعلی درجہ نصیب ہوتا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جیسے سیاسی پارٹی ہوتی ہے تو اس پارٹی میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں مگر چند لوگوں کی کور کمیٹی ہوتی ہے، انہی کو ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں، انہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے مقربین بھی ہوتے ہیں جو عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے ہاں ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے۔

مقربین کی تیسری صفت: غیر کی محبت دل سے نکل جانا

مقربین کی تیسری صفت یہ بھی ہے کہ ان کے دل سے اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے غیر کی محبت مکمل طریقہ سے نکل جاتی ہے، غیر کی طرف رغبت پوری طرح ختم ہو جاتی ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مقربین تکلفاً بھی دنیا اور اس کی چیزوں کی طرف توجہ کرنا چاہیں تو بھی دنیا کی یاد نہ آئے۔ ایسی زبردست فنائیت اور گہری یاد نصیب ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”اگر مقربین کو عمرِ نوح علیہ الصلوۃ والسلام بھی دے دی جائے یعنی سینکڑوں سال کی عمر دے دی جائے

اور وہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کو بھلانے کی کوشش کریں تب بھی بھلانہ پائیں‘‘۔

عام بندہ تو اس طرح سوچ ہی نہیں سکتا کہ اتنی گہری یاد ہو جس میں دنیا مکمل طور پر بھول بیٹھیں۔

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یاد کا غلبہ

کتابوں میں ایسے بزرگوں کے سینکڑوں واقعات درج ہیں جنہیں اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے اپنی یاد کی یہ خاص کیفیت نصیب فرمائی تھی۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں، الحمد للہ اس عاجز نے بھی ایسے لوگوں کی زیارت کی ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پانچوں لطائف میں سے کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ لطائف اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں۔ آج بھی یہ نعمت موجود ہے جو محنت اور کوشش کرے گا اس کو اللہ جَلَّ شَانُہٗ یہ نعمت نصیب فرمائیں گے۔

مقربین اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی محبت میں دیوانے ہو جاتے ہیں، کسی نے دیکھا کہ مجنوں کتے کے پیروں کو چوم رہا تھا، اس نے مجنون سے کہا کہ کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ تو مجنوں نے کہا:

ع کہ کیوں نہ چوموں کتے کے پیروں کو

یہ میری لیلیٰ کی گلی سے ہو کر آیا ہے

جب مخلوق سے جھوٹی محبت میں ایسی کیفیات مل جاتی ہیں تو اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے سچی محبت میں ایسی نعمت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے۔

ع بے خود کئے دیتے ہیں اندازِ حجابانہ آ دل میں تجھے رکھ لوں اے جلوہ جانانہ

مقربین کی چوتھی صفت: اپنی نیت کو تہمت زدہ سمجھنا

مقربین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ جب وہ کوئی نیک کام کرتے ہیں، دین کی اشاعت کے کام کرتے ہیں یا عبادات کرتے ہیں تو وہ اپنی نیت کو صحیح تو رکھتے ہیں، مگر اس کے باوجود اپنے ذہن میں اپنی نیت کو تہمت زدہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اگر کسی کے دل میں یہ بات آگئی کہ میں ٹھیک ہوں تو وہ کسی بھی وقت گمراہ ہو سکتا ہے۔اسی لئے وہ نیک اعمال بھی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے سامنے معافی بھی مانگتے ہیں، توبہ بھی کرتے ہیں اور آنسو بھی بہاتے ہیں۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ کسی نے آواز لگائی "ریاکار" اگر کوئی اور بندہ ہوتا تو وہ آگ بگولا ہو جاتا، مگر حضرت نے جواب دیا: "یہ تو صرف ایک برائی ہے جو تجھے معلوم ہے، تو میرے پاس آجامیں تجھے اپنے اور بھی عیب بتاؤں گا"۔

کوئی عام بندہ اس جگہ ہوتا تو کیا وہ اس طرح سوچتا یہ صرف مقربین ہی ہیں جو اس طرح سوچتے ہیں۔عام بندہ نیکیاں کر کے اپنے آپ کو کچھ بڑا سمجھنے لگتا ہے۔

اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنا:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں قحط آگیا لوگوں نے علماء سے پوچھا کہ قحط بہت بڑھ گیا ہے، جانور فوت ہو رہے ہیں، کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہے، اس کا حل کیا ہے؟ علماء نے فرمایا کہ لگتا ہے کوئی بہت بڑا گناہ گار ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ کی رحمت رُکی ہوئی ہے اور بارشیں نہیں ہو رہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ سب سے پہلے شہر سے باہر تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے دعا کی کہ اے اللہ! جو شہر کا سب سے بڑا گناہ گار تھا اب وہ شہر سے باہر آگیا ہے اب اپنی رحمت برسا دیں۔

پانچویں صفت: قرآن کے معارف کا القاء ہونا

ایک اور صفت مقربین کی یہ ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر قرآن پاک کے معارف کھلتے ہیں۔ قرآن پاک کی ایک آیت ہے:

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ❶

ترجمہ: اس کو وہی لوگ چھو سکتے ہیں جو خوب پاک ہیں۔

فقہاء کرام نے اس سے یہی مطلب نکالا کہ قرآن پاک کو نہیں چھو سکتا کوئی جب تک کہ وہ باوضو نہ ہو مگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اس آیت کے معاملے میں اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے یہ بات دل میں ڈالی ہے کہ اس کے معارف کو نہیں چھوا جا سکتا ہے جب تک کہ دل غیر کی محبت سے پاک نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو طرح طرح کے نکات سے نوازتے ہیں، قرآن کے معارف ان پر کھولتے ہیں، جیسے بادشاہ کے قریبی لوگ بادشاہ کی بات کو زیادہ سمجھتے ہیں، اسی طرح اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے مقربین اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی بات کو زیادہ سمجھتے ہیں۔

مقربین کی چھٹی صفت: شکر

ایک اور صفت مقربین کی ایسی ہے جس کو حاصل کئے بغیر کوئی بھی مقرب بندوں میں شامل ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ شکر کرنے کی صفت ہے۔ شکر کرنا تو بہت عام سی بات لگتی ہے اور ہم سب بھی بار بار شکر ادا کرتے ہیں کہ جب کھانا کھاتے ہیں ہم پڑھتے ہیں الحمد للہ اللہ تعالیٰ جب کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں الحمد للہ مگر اللہ والوں کا شکر اس سے مختلف ہوتا ہے۔ اللہ والے شکر کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ شکر کے ماہر ہونے کا مطلب یہ

---

❶ سورۃ الواقعۃ: 79

ہے کے اللہ والے تکلیف دہ صورتحال میں سے بھی شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں، جبکہ عام بندہ نعمتوں پر ہی صرف شکر کرتا ہے۔ شکر ان کے وجود کا حصہ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی دنیا بہت پر سکون بنا دیتے ہیں۔ اور آخرت میں تو اللہ تعالی نے ان کے لیے بڑے درجات رکھے ہیں۔ اللہ تعالی نے جب بھی اپنے مقربین کا تذکرہ کیا تو ان کے شکر کا بڑا ذکر کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا تو فرمایا:

شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ❶

ترجمہ: ہماری نعمتوں پر شکر کرنے والے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو بھی مقرب ہو گا وہ شکر گزار ضرور ہو گا۔

ایاز کی طرح شکر گزار بن جاؤ

محمود غزنوی مسلمانوں کے ایک بہت بڑے بادشاہ گزرے ہیں۔ اس کا ایک غلام تھا ایاز۔ تھا تو غلام مگر اپنی ذھانت کی وجہ سے بادشاہ کا بہت مقرب بن گیا تھا۔ اتنا مقرب بن گیا تھا کہ بادشاہ اس سے مشورہ بھی لیتا اور اپنے وزراء سے زیادہ اس کی باتوں پر عمل کرتا، حتی کہ وزراء بھی اس سے حسد کرنے لگے اور اس کے خلاف منصوبے بنانے لگے۔

ان وزراء نے دیکھا کہ یہ بادشاہ کا غلام ہر روز ایک الماری کو کھولتا ہے اور غور سے اندر دیکھ کر الماری بند کر دیتا ہے اور الماری کی چابی کسی کو بھی نہیں دیتا، وزراء نے یہ سوچا کہ اس الماری کو اتنا محفوظ کر کے بند کرتا ہے تو ضرور اس میں کوئی خزانے پڑے ہوئے ہیں جو

---

❶ سورۃ النحل: 121

سب سے چھپاتا ہے۔ وزراء کو یہ لگتا تھا کہ اس غلام نے بادشاہ سے چھپا کر خزانہ جمع کیا ہوا ہے، تو وہ بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ سے کہا کہ آپ اس پر اتنا اعتماد کرتے ہیں اور اس نے آپ کا خزانہ لوٹ کر ایک الماری میں جمع کیا ہوا ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ بلاؤ ایاز کو اور بلا کر اس کو کہا کہ اپنی الماری کی چابی دے دو، اور اس کی الماری کی چابی لے کر دوسرے خادم کو دی اور اس خادم کو حکم دیا کہ جو کچھ بھی اس الماری میں ہے سب لے کر آجاؤ۔ سب وزراء بڑے خوش تھے کہ آج اس کی اصلیت سامنے آئے گی، بادشاہ کا بڑا مقرب بنتا تھا، اب پتہ چلے گا کہ یہ کتنا بڑا چور ہے، جب وہ خادم الماری سے سامان لے کر آیا تو اس میں صرف ایک پھٹا پرانا جوڑا اور پھٹے پرانے جوتے تھے۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا کہ میرے وزراء کہتے ہیں کہ آپ روزی الماری کھول کر دیکھتے ہیں اور ان کو لگتا تھا کہ اس میں کوئی خزانہ ہے، مگر یہاں تو ان پھٹے پرانے کپڑوں اور جوتوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے؟ ایاز نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت یہ وہ جوتے اور کپڑے ہیں جو میں پہلی دفعہ آپ کے پاس پہن کر آیا تھا، آپ نے مجھے پہننے کے لئے بہترین جوتے اور کپڑے دیے، مگر میں ان چیزوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو اپنی اوقات یاد دلاتا ہوں کہ میں کیا تھا اور آپ نے مجھے کیا بنا دیا، تاکہ میں شکر ادا کروں۔ تو جو کوئی بھی مقرب ہو گا اس میں شکر گزار ہونے کی صفت ضرور ہو گی۔

شکر سے نعمت میں اضافہ:

اللہ تعالی فرماتے ہیں: لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

ترجمہ: تم شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالی تمہاری نعمتوں کو بڑھائیں گے۔

تو نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا قُرب ہے۔ تو جو کوئی بھی اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا جتنا زیادہ شکر ادا کرے گا اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا قرب اور زیادہ بڑھتا جائے گا۔ حتی کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے مقربین میں سے ہو جائے گا۔

اب ایک مثال سے سمجھیں کہ اگر ہمارے پاس دو ملازم ہیں، ایک ملازم ہر وقت شکوہ شکایت کرتا رہتا ہے کہ میرے پاس سونے کی بہترین جگہ نہیں ہیں، کھانے کو بھی اچھا نہیں ملتا، مالک بھی اچھے نہیں ہیں اور دوسرا ملازم یہ کہے کہ میری اوقات سے بڑھ کر مجھے ملا ہے، کھانے کو بھی بہترین چیزیں ملتی ہیں جو میں نے کبھی نہیں کھائی اور رہنے کے لیے بھی بہترین جگہ ہے جو میری اوقات سے بڑھ کر ہے اور تنخواہ بھی میرے خرچ سے بڑھ کر ہے، تو اب آپ خود فیصلہ کریں کہ آپ کو کونسا ملازم پسند ہو گا؟ ظاہر ہے کہ وہی ملازم پسند آئے گا جو شکر گزار ہو گا۔ جب انسانوں کو بھی شکر گزار لوگ ہی پسند آتے ہیں تو اللہ کا پسندیدہ بندہ کوئی شخص اس وقت نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اللہ کا بہت زیادہ شکر ادا نہ کرے اور شکر کو اپنے وجود کا حصہ نہ بنا لے۔

مقربین کی بہترین صفت یہ ہے کہ وہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا ہر حال میں شکر ادا کرتے ہیں تکلیف اور رنج میں بھی شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں۔

اللہ جَلَّ شَانُہٗ ہمیں بھی یہ صفات نصیب فرمائے اور سلوک کی محنت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

صحبتِ شیخ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

”سالک پرندے کی مانند دو پروں پر پرواز کرتا ہے، اس کے دو پر ہوتے ہیں:

ایک ذکر الٰہی ہوتا ہے اور دوسرا صحبت شیخ ہوتا ہے۔ اس لئے ذکر بھی کثرت سے کرنا ہے اور شیخ کی صحبت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ صحبت شیخ ان دونوں میں زیادہ اہم ہے۔

شیخ کی صحبت کے بغیر معمولات کی پابندی نہیں ہو سکتی:

مشائخ نے فرمایا ہے: ”جو سالک شیخ کی صحبت میں نہیں آئے گا وہ ذکر و معمولات کی پابندی نہیں کر پائے گا“

اب یہ بات سمجھنا تھوڑا مشکل ہے کہ جو شخص شیخ کی صحبت میں نہیں آئے گا وہ ذکر و معمولات کیوں نہیں کر سکتا۔ یہ بات آج سے بیس بائیس سال پہلے سُنی تھی تو عجیب معلوم ہوئی، لیکن اب تو اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ عاجز کئی لوگوں سے پوچھتا ہے کہ آج کل آپ کیا معمولات کر رہے ہیں؟ پہلے کوئی درجن بھر لوگ تھے، مگر اب تو سینکڑوں لوگوں سے یہ سوال کر چکا ہوں اور ایک بندہ بھی ایسا نہیں ملا جو یہ کہے کہ شیخ کی صحبت تو میسر نہیں ہوئی مگر معمولات پابندی سے کرتا ہوں۔ اسی لئے ہمارے مشائخ نے صحبت شیخ کو حاصل کرنے کے لیے بہت محنت اور مجاہدے بھی کروائے۔

شیخ سے ملنے کا شوق:

حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں لکھا ہے کے آپ کے شیخ کی خانقاہ ساڑھے تین سو میل دور تھی، حضرت مسکین پور شریف میں رہتے تھے اور آپ کے شیخ حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ وہ موسی ضعیف نامی علاقہ میں رہتے تھے۔ حضرت ساڑھے تین سو میل پیدل سفر کرتے اور کئی کئی دن پیدل چلتے۔ غربت کا یہ عالم تھا کہ کھانے کو بھی کچھ نہیں ہوتا، چنوں پر گزارا کرتے اور جب کبھی چنے بھی ختم ہو جاتے اور بھوک ستاتی تو راستے میں درختوں سے پتے توڑ کر کھاتے، مگر خوشی سے پھولے نہیں سماتے کہ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں اللہ جَلَّ شَانُہٗ کا قرب ملے گا۔

صحبت اولیاء کا اثر

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مبارک ارشاد ہے کہ

الرَّجُلُ عَلٰی دِینِ خَلِیلِهِ [1]

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

اگر عام لوگوں سے دوستی رکھیں گے تو عام لوگوں جیسے ہوں گے اور اگر اللہ والوں سے دوستی ہو گئی، مشائخ سے دوستی ہو گئی مشائخ کی صحبت میں وقت گزرے گا تو ان کے جیسا رنگ آئے گا۔ اردو کی ایک مثال مشہور ہے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ انسانوں کے اوپر صحبت کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اگر انسان جانوروں کی صحبت اختیار کرے تو ان جیسا بننا شروع ہو جاتا ہے، جو شخص اونٹ کی

[1] سنن الترمذي (4/ 589)

صحبت میں زیادہ رہے گا اس کے مزاج میں ہٹ دھرمی آجائے گی، کیوں کے اونٹ ایک ہٹ دھرم جانور ہے، اسی طرح جو گھوڑوں کی صحبت میں زیادہ رہتا ہے اس کے اندر شجاعت آجاتی ہے کیوں کہ گھوڑا بہت ہی بہادر جانور ہے، گھوڑا جنگوں میں استعمال ہوتا ہے، نیزوں سے زخمی بھی ہوتا ہے تب بھی آگے بڑھ رہا ہوتا ہے اور جو بکریوں کی صحبت میں رہے گا اس میں عاجزی بہت آجائے گی، شاید یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں، سب نے بکریاں چرائیں۔ صحبت کا اثر ہم میں سے ہر ایک پر ہوتا ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میرے اوپر صحبت کا اثر نہیں۔ اگر نیک بندہ بھی بری صحبت میں جائے گا تو برائی لے کر آئے گا اور برے سے برا بندہ بھی اگر نیک صحبت میں جائیگا تو بھلائی لے کر آئے۔

ع جہاں عطر کھنچتا ہے جاؤ وہاں گر — آؤ گے ایک روز کپڑے بسا کر

جہاں آگ جلتی ہے جاؤ وہاں گر — تو آؤ گے اک روز کپڑے جلا کر

نیکوں کی صحبت سے انسان کے دل بدلتے ہیں، فارسی کا شعر ہے:

ع صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالع ترا طالع کند

ترجمہ: نیک لوگوں کی صحبت انسان کو نیک اور بُروں کی صحبت انسان کو بُرا بنا دیتی ہے۔

جن سے محبت ہوگی انہی کے ساتھ حشر ہوگا

سچی بات یہ ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں وقت گزارنا مشائخ کے ساتھ تعلق رکھنا یہ ہماری زندگی کا سب سے اہم سرمایہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ [1]

ترجمہ: آدمی اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرے گا۔

انسان قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا جس سے دنیا میں محبت کرتا ہو گا، اب اگر دنیا میں اللہ والوں سے محبت کی تو آخرت میں بھی ان کا ساتھ نصیب ہو گا، گو کہ ہمارے اعمال ان کے طرح نہیں مگر اس محبت کے تعلق کی وجہ سے آخرت میں ان کی صحبت نصیب ہو گی۔ اللہ تعالی ہمیں اللہ والوں کی صحبت نصیب فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

[1] سنن الترمذي (4/ 595)

صحبتِ شیخ کی اہمیت

شیخ کا کام اصلاح کرنا ہے:

جس طرح درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے اسی طرح انسان کو بھی اپنے گناہ بھاری نہیں لگتے اور اکثر اوقات انسان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میں کس گناہ میں مبتلا ہوں، شیخ کا کام یہ ہے کہ سالک کو اس کی غلطیوں سے آگاہ کرے۔ایک اور مثال سے سمجھیں کہ شیخ ایک مالی کی طرح ہے اور سالک ایک پودے کی طرح ہے اور مالی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ پودے کو بدصورت ہونے سے بچاتا ہے۔ پودا جب بڑا ہوتا ہے تو وہ دائیں بائیں ہر طرف سے بڑھنے لگتا ہے تو بدصورت ہو جاتا ہے، مگر مالی کبھی دائیں سے کاٹتا ہے اور کبھی بائیں سے کاٹ کر اس کو خوبصورت بناتا ہے، اب اگر پودے کو یہ معلوم ہوتا کہ میں بدصورت ہو رہا ہوں تو شاید وہ بدصورت ہونے سے اپنے آپ کو بچا لیتا، مگر وہ تو بس بڑا بننے کی دھن میں بڑھتا جا رہا ہے اور اگر ہم فرض کرلیں کہ کوئی پودے کو جا کر بتادے کہ تم بدصورت ہو رہے ہو تب بھی وہ خود بچ نہیں سکتا، بلکہ مالی ہی اس کی کانٹ چھانٹ کریگا، اسی طرح سالک کا بھی یہی حال ہے کہ کئی بار تو اس کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس کی خواہشات صحیح نہیں ہے، شیخ اس کو بتاتا ہے اور کئی مرتبہ اس کو معلوم تو ہوتا ہے مگر وہ اپنی خواہشات پر کنٹرول نہیں کر پاتا، پھر شیخ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی اصلاح کر کے اس کو گناہوں کے دلدل سے نکال لیتا ہے۔اسی لئے سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک میں ابو ہاشم کی صحبت میں نہیں گیا تھا تب تک ریاکاری کی باریکیوں سے واقف بھی نہیں تھا۔

دل میں اللہ کی محبت پیدا کرنا شیخ کا کام ہے:

کچھ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ اگر شیخ کے پاس جائیں گے تو شادی جلدی ہو جائے گی، شیخ کا کام شادی کروانا نہیں، ہاں اگر کبھی کسی کا رشتہ کروانے میں اس کی مدد کر دیں تو وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے مدد کی۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ شیخ کاروباری مشورہ اچھا دیں گے، تو بھائی شیخ کا کام کاروباری مشورہ دینا نہیں، بلکہ شیخ کا اصل کام یہ ہے کہ وہ سالک کو ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچائے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی محبت سالک کے دل میں پیدا کرے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ع ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دُشوار کرے

مشائخ کی صحبت میں جا کر انسان کو اپنی غلطیوں کا پتہ چلتا ہے جب غلطی معلوم ہوتی ہے، تب ہی اصلاح ممکن ہے۔

کرامتیں دکھانا شیخ کا کام نہیں:

کئی مرتبہ لوگ یہ سوچتے ہیں کہ شیخ تو وہ ہے جو ہمیں کوئی کرامتیں دکھائے اور ہوا میں اڑ کر بھی دکھائے اور پانی پر چل کے دکھادے۔

ایک شخص جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور وہ دس سال حضرت کی خدمت میں رہا، دس سال بعد اس نے حضرت سے کسی اور شیخ کے پاس جانے کی اجازت مانگی، حضرت نے اس سے پوچھا کہ کیوں جارہے ہو؟ سالک نے جواب دیا کہ حضرت دس سال آپ کے پاس رہا مگر ایک بھی کرامت نہیں دیکھی، ایسا لگ رہا ہے کہ صحیح جگہ نہیں آیا، حضرت نے کہا کہ اچھا دس سال میں تو نے ایک بھی کرامت نہیں دیکھی مگر یہ بتاؤ کے دس سالوں میں خلاف سنت کوئی کام دیکھا؟ سالک نے جواب دیا کہ نہیں حضرت خلاف سنت کوئی بھی کام نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اتباع سنت سب سے بڑی کرامت ہے۔

شیخ کا کام ہی یہی ہے کہ سالک کو متبع سنت بنا دے اور اس کی خواہشات کی کاٹ چھانٹ اور اصلاح کر دے اس کے دل کو محبت الٰہی سے بھر دے۔

پہلے مٹھائی کا نام معلوم تھا اب ذائقہ بھی معلوم ہوگیا:

کسی نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ! آپ تو اتنے بڑے عالم ہیں اور آپ نے ایک غیر عالم حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی، حضرت آپ کو ایسا کیا فائدہ ہوا؟ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہمیں بہت فائدہ ہوا ہے، جو ہم نے علم حاصل کیا تو سمجھو کہ ہمیں مٹھائیوں کے نام پتہ چل گئے اور حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آکر مٹھائیوں کا ذائقہ بھی معلوم ہو گیا۔

تو اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے اللہ کی محبت کا مزہ دل میں محسوس ہوتا ہے، پھر انسان کے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

خانقاہ کی سبزیاں لانے سے محبت الٰہی دل میں آگئی:

حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کے حضرت کو حج و عمرے کا بہت شوق تھا، مگر غربت کی وجہ سے جانے کے اسباب نہیں تھے، اس زمانے میں ہوائی جہاز کا سفر بھی نہیں تھا، بلکہ بحری جہاز سے بڑا لمبا سفر کرنا پڑتا، چھ سے سات مہینوں کے لیے خرچہ بھی چاہیے ہوتا تھا۔ لوگوں کو شوق بہت ہوتا تھا مگر پیسے نہیں ہوتے تھے، حج کے ایام آتے تو حضرت بہت بے چین ہوتے اور بار بار فرماتے ”عشاق کیا کر رہے ہونگے“ اللہ جَلَّ شَانُہٗ نے ان کی تڑپ اور دعاؤں کو قبول فرمایا اور حج کی سعادت 17 سال تک نصیب ہوئی۔ یہ سعادت بھی آپ کو نصیب ہوئی کہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر درس حدیث دیا کرتے تھے۔ 17 سال بعد میں یہ خیال آیا کہ دل میں اللہ تعالی کے قرب کی جو کیفیت ہونی چاہیے اس میں ابھی کچھ کسر باقی ہے، لہذا وہ مسجد نبوی سے درس حدیث کو چھوڑ کر ہندوستان واپس آئے اور اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت! جیسی اللہ کی محبت اور قربت دل میں ہونی چاہیے اس میں ابھی کمی ہے، اس محبت کو پانے کے لئے حاضر ہوا ہوں، ان کے شیخ نے حضرت کی ڈیوٹی لگا دی کہ خانقاہ کی سبزیاں لے کر آئیں۔ کہاں حضرت مسجد نبوی میں درس حدیث پڑھاتے اور کہاں خانقاہ میں سبزیاں لے کر آنا۔ اور حضرت یہ لکھتے ہیں کہ خانقاہ کی سبزیاں لانے سے اللہ نے دل میں پھر سے اپنی محبت ڈال دی۔

جو اچھی نیت کے ساتھ اپنے شیخ کی صحبت اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کر دیتے ہیں خواہشات کو دبانے کا جذبہ نصیب ہوتا ہے۔

دل کے کمرے کی صفائی:

شیخ کی صحبت کو ایک اور مثال سے سمجھیں کہ دل ایک کمرہ ہے اور اس کمرے کی صفائی کرنی ہے۔اب کمرے کی صفائی کوئی ایک شخص کرے گا تو ٹائم لگے گا،اب کمرے کی چھت بھی ہے اور کمرے کی دیواریں بھی ہیں تو آپ ایک ایسے شخص کو بلاتے ہیں جو آپ کی مدد کر سکتا ہے اور وہ آپ کے ساتھ مل کر کمرے کی صفائی کرے گا،لہذا دل کا معاملہ ایسا ہی ہے کہ کچھ خواہشات ایسی ہیں جن سے انسان خود بچ جاتا ہے، مگر کچھ خواہشات میں شیخ کی صحبت میں صاف ہوتی ہیں۔اس لئے مشائخ نے شیخ کی صحبت کو لازم قرار دیا۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: " آج کے زمانے میں شیخ سے بیعت کرنا واجب ہے"۔ یہ بات حضرت نے آج سے سو سال پہلے فرمائی تھی۔تو ہم پر یہ لازم ہے کہ شیخ کی صحبت اختیار کریں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شیخ کی صحبت کی برکات عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

رابطۂ شیخ کے فوائد

رابطہ شیخ کے فوائد:

جو لوگ شیخ کی صحبت میں آتے ہیں ان کو شیخ کے الفاظ سے بھی فائدہ ہوتا ہے اور ان کو شیخ کی یادیں الٰہی سے بھی فائدہ ہوتا ہے، جیسے شیخ کے الفاظ سے علوم سالک کے دل میں اتر رہے ہوتے ہیں اسی طرح شیخ کی یاد الٰہی کی وجہ سے سالک کے دل میں بھی یاد الٰہی اتر رہی ہوتی ہے اسی کو مشائخ نے توجہ کہا ہے۔ شیخ کو اللہ تعالی نے ایک باطنی قوت بھی دی ہوتی ہے جس سے وہ اپنے مرید اور سالک پر توجہ کرتا ہے کیوں کہ مشائخ پر اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یاد کا غلبہ ہوتا ہے تو جس کی طرف شیخ متوجہ ہوتے ہیں ان کو اس روحانیت کا فائدہ ہوتا ہے۔ شیخ کی صحبت سے انسان کے باطن کی صفائی ہوتی ہے، شیخ سالک کو اس کے باطن کی بیماریوں سے آگاہ کرتا ہے۔

شیخ کی توجہ سے حرام کی نحوست دور:

چنانچہ حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیرہویں صدی کا مجدد کہا ہے۔ حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی نے کھانے کے لئے مجھے کچھ دے دیا اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ مشتبہ کھانا تھا مجھے یہ محسوس ہوا کہ میری باطنی کیفیت جو یاد الٰہی ہے سب ختم ہوگئی ہے تو میں اپنے شیخ حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت نے مجھے پھر توجہ دی فرماتے ہیں کہ حضرت مجھے چالیس دن تک توجہ دیتے رہے اور حضرت کی توجہ ایسی تھی کہ اگر وہ یہ توجہ

کسی پہاڑ کو دیتے تو وہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا حضرت فرماتے ہیں کہ چالیس دن کی توجہ کے بعد جا کہ وہ کیفیت بہال ہوئی۔

شیخ کی خاموشی بھی اکسیر ہے:

حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں عام طور پر گفتگو ہوتی ہی نہیں تھی۔ سالک آتے وہ بھی خاموش بیٹھتے اور حضرت بھی خاموش بیٹھے ہوتے تھے، کوئی وعظ و نصیحت کا سلسلہ نہیں تھا۔ کوئی تقریر نہیں تھی ایک مرتبہ ایک نیا شخص آکر آپ کی مجلس میں بیٹھا، اس نے جب یہ دیکھا کہ حضرت بھی خاموش ہیں اور لوگ بھی خاموش ہیں تو اس نے حضرت سے کہا کہ کوئی نصیحت فرمادیں، لوگوں کو فائدہ ہو جائے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ جس نے ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھایا وہ ہمارے الفاظ سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

شیخ کی نگاہ میں رہیں، تاکہ شیخ کی نظر لگ جائے:

یہ اصول ہے کہ جو زیادہ نگاہوں میں رہتا ہے اس کو شیخ کی توجہ زیادہ ملتی ہے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ع کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہے تقدیریں

اللہ جَلَّ شَانُہٗ والوں کی نگاہ پڑنے سے انسانوں کا دل بدل جاتا ہے۔ تو کیونکہ مشائخ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یاد کا مجسمہ ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حدیثِ پاک میں آیا ہے:

العَیْنُ حَقٌّ ❶ ترجمہ: نظر کا لگ جانا حق ہے

نظر کا لگ جانا حق اور سچ ہے، تو جس نظر میں کینہ، بغض اور حسد ہے جب وہ لگ سکتی ہے ہے تو جس نظر میں شفقت، محبت، یادِ الٰہی اور دین کا درد ہے وہ نظر بھی لگ سکتی ہے۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ

ع آنکھوں میں آگئی ہے قیامت کی شوخیاں
دو چار دن جو رہے کسی کی یاد میں

جتنا زیادہ رابطہ شیخ سے مضبوط ہو گا اتنا وہ تیزی سے آگے بڑھے گا۔ کئی مرتبہ مشائخ کی صحبت سالک کو بڑے بڑے گناہوں سے رکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ مشائخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ توجہ دل پر ڈالنے کے لیے دل کا تعلق ہونا بھی ضروری ہے۔

رابطہ شیخ مضبوط ہو گا تو فیض بھی خوب ہو گا

جب رابطہ شیخ مظبوط ہو جاتا ہے تو کئی مرتبہ سامنے بیٹھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، مگر پھر بھی فیض ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دن میں نماز پڑھ رہا تھا، نماز پڑھتے پڑھتے ایک عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ فرماتے ہیں کہ اتنی عجیب کیفیت تھی کہ میں مجبور ہو گیا کہ آج کے دن کی تاریخ لکھ لوں اور وقت بھی لکھ لوں، چنانچہ میں نے وہ دن اور تاریخ دونوں لکھ لیے اور میں سوچتا رہا کہ یہ کیفیت آخر کیسے حاصل ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا قاسم

❶ صحیح البخاری (7/132)

نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خط آیا اور اس خط میں وہی تاریخ اور وقت لکھا ہوا تھا جس دن وہ مجھے یہ خط لکھ رہے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کیوں کہ خط لکھتے ہوئے حضرت باطنی طور پر میری طرف متوجہ تھے اس لیے مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوئی تھی

تو یہ مشائخ کی توجہ کئی مرتبہ سالک کے باطنی امراض کا علاج بھی بنتی ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سالک کے لیے دو پر ہیں: ایک ذکر الٰہی اور دوسرا رابطہ شیخ اور جس کو یہ دونوں چیزیں نصیب ہو گی اس کو بہت بڑی نعمت نصیب ہو گئی۔

محبت کے بقدر توجہ ملتی ہے:

جتنی محبت اور طلب کے ساتھ وہ شیخ کی خدمت میں آئے گا اتنا زیادہ اس کے اوپر اس توجہ کا اثر ہو گا۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ شیخ اپنے مرید کی طرف توجہ کرنا چاہتا ہے مگر مرید کی بے طلبی یا بدگمانی کی وجہ سے شیخ چاہتے ہوئے بھی ان کی طرف توجہ نہیں دے پاتے۔ چنانچہ ہمارے سلسلے کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں حضرت خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ ہمارے کراچی کے ایک بزرگ تھے حضرت سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے شیخ فرماتے تھے کہ میں ہر روز تہجد میں اپنے تمام متعلقین کو توجہ دیتا ہوں اور کئی مرتبہ وہ توجہ میرے پاس واپس آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ اس دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے تو کئی مرتبہ شیخ خود توجہ دینا چاہتے ہیں سالک کی بے طلبی کی وجہ سے وہ توجہ اس کے دل میں داخل نہیں ہو پاتی۔

خاموشی بھی ایک ناصح ہے:

رابطہ شیخ ایک ظاہری رابطہ ہے۔ سالک شیخ کی نصیحت سنتا ہے شیخ کے ساتھ سلام دعا کرتا ہے اس سے بڑھ کر ایک رابطہ شیخ ہے جو کہ باطنی رابطہ ہے اور وہ باطنی رابطہ سالک کی طلب کے ساتھ ہے اس لیے کئی مرتبہ ظاہری رابطہ بالکل نہیں ہوتا کیونکہ سالک شیخ کے پاس آکر بالکل خاموش بیٹھتا ہے نہ اس نے کوئی مشورہ کیا نہ اس نے کوئی بات سنی نہ شیخ نے کوئی نصیحت کی مگر سالک کی توجہ اور سالک کی محبت ایسی کہ اس کا دل شیخ کی توجہ سے بھرپور ہوتا ہے اور اس توجہ کا ذریعہ ہوتا ہے کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یاد جو ہے وہ دل میں بڑھ جاتی ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے ساتھ تشریف فرما ہوتے نہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گفتگو فرماتے نہ صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن گفتگو فرماتے کافی دیر تک صرف خاموشی کا ماحول رہتا ظاہر ہے کہ یہ غفلت والی خاموشی نہیں تھی، مشائخ نے فرمایا کہ یہ باطنی توجہ مل رہی ہے سالک کو، صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو رجوع الی اللہ محسوس ہو رہا ہوتا تبھی وہ خاموشی میں خوش تھے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی خاموشی میں خوش اور صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی خاموشی میں خوش تو یہ جو باطنی توجہ یا جو باطنی حصہ ہے شیخ کا یہ زیادہ اہم ہے اسی لیے ہم نے کل حضرت باقی باللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ علیہ کا قول نقل کیا کہ جس نے ہماری خاموشی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا وہ ہمارے الفاظ سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا

سالک جب شیخ سے بیعت ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسے خاموشی سکھائی جاتی ہے۔ کچھ سالکین یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ ہر وقت بس گفتگو کرتے رہیں اور میں سنتا رہوں گا یہ بھی

ایک ضروری چیز ہے کہ شیخ کچھ نہ کچھ نصیحت کرے مگر جو پکا سالک ہو گا اس کو شیخ کی خاموشی سے زیادہ فائدہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان دو نعمتوں کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین

رابطۂ شیخ

نسبت کی چار اقسام:

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ اس امت کے بڑے بزرگ گزرے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادے ہیں ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بڑے بزرگ ہیں اور سب سے اہم بات کہ قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ کرنے والے سب سے پہلی ہستی تھے۔ تو حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کے ساتھ جو سالک کا تعلق ہوتا ہے فرمایا کہ اس کی چار قسمیں ہیں اور یہ چاروں قسمیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں نقل فرمائیں۔

سالک کا شیخ کے ساتھ جو تعلق ہے اس کی چار قسمیں:

چار طرح سے سالک کو شیخ کے ساتھ نسبت حاصل ہے

1. نسبت انعکاسی:

اس کی پہلی قسم جو ہے اس کا نام ہے نسبت انعقاسی۔ انعقاسی منعکس سے نکلا ہے۔ یہ سب سے کمزور تعلق اور سب سے کمزور نسبت ہے سالک کی شیخ کے ساتھ۔

سالک جب شیخ کی نسبت میں آتا ہے اور جب تک وہ شیخ کی نسبت میں رہتا ہے تو وہ کچھ نہ کچھ گرمی محسوس کرتا ہے اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی یاد کو محسوس کرتا ہے۔ کچھ نہ کچھ وہ ایمانی کیفیت بھی محسوس کرتا ہے۔ اور جیسے ہی وہ شیخ کی کی صحبت سے دور ہوتا ہے وہ ساری کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ پھر سے غفلت کی طرف چلا جاتا ہے۔ ایسی سالک کو عام طور

پر معاملات میں بھی استقامت نہیں ہوتی۔ اور گناہ کرنا بھی اس کے لیے آسان ہوتا ہے اور شیخ کے ساتھ بھی وہ طلب و تعلق نہیں ہوتا۔ کئی مرتبہ شیطان کے پھندوں میں آکر کئی دنوں تک شیخ کی صحبت سے دور ہو جاتا ہے اسی لیے یہ سب سے کمزور نسبت ہے۔ اور اس نسبت کو کہتے ہیں نسبت انعکاسی۔

مشائخ نے فرمایا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی سردیوں میں آپ کے سامنے بیٹھے گا تو اس کو گرمی زیادہ محسوس ہوگی اور اگر آگ سے دور چلا گیا تو تپش محسوس نہیں ہوگی اسی طرح جب یہ سالک شیخ کی صحبت میں آتا ہے اس وقت ایک اچھی کیفیت محسوس ہوتی ہے اور جب وہ شیخ کی صحبت سے دور چلا جاتا ہے تو پھر وہی غفلت اور گناہ والی زندگی گزارتا ہے۔

ایک ہی شیخ سے تعلق رکھیں:

ایسا سالک اپنے وعدے میں پورا نہیں اترتا جو عام طور پر ہر ایک کو اپنا شیخ بنانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ کئی مرتبہ ایسے شخص کا کوئی ایک شیخ نہیں ہوتا۔ اب عقل تو یہی کہتی ہے کہ جتنے زیادہ شیخ ہوں گے اتنا جلدی اللہ جَلَّ شَانُہٗ سے تعلق بن جائے گا مگر مشائخ نے لکھا کہ شیخ ایک ہی ہوتا ہے۔ مشائخ نے یہ بھی لکھا کہ جو دو دو یا تین تین مشائخ سے بیان ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے ایک انسان ایک ہی دفعہ میں دو دو تین تین گھوڑوں کے ایک ساتھ سواری کرنا چاہ رہا ہے۔ اور ایسا شخص جو دو تین گھوڑوں ایک ساتھ بیٹھے گا وہ ضرور گرے گا۔ ایک مثال مشائخ نے یہ بھی دی تھی کوئی ایک شخص دروازوں میں سے داخل ہونے جاتا ہے اور ایک ہی دفعہ میں دو تین دروازوں میں سے داخل ہونا چاہتا ہے جو ممکن

نہیں ہے۔ تو اسی لیے یہ سب سے کمزور نسبت ہے کہ سالک شیطان کے پھندوں سے نکل ہی نہیں پا رہا۔ اس کی کمٹمنٹ بھی مضبوط نہیں معمولات بھی نہیں کر پا رہا ہاں مگر جب وہ شیخ کی صحبت میں پہنچتا ہے تو اچھا محسوس کرتا ہے۔ مگر وہ شیخ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی نیت نہیں کر رہا وہ یا تو اپنی من مانی کر رہا ہے یا پھر وہ شیطان کی زد میں آیا آیا ہوا ہے۔

2. نسبت القائی:

اس کے بعد جو دو دوسری نسبت ہے حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ نسبت القائی ہے۔ نسبت علاقائی پہلی نسبت سے زیادہ قوی نسبت ہے۔ اس نسبت میں سالک کا شیخ کے ساتھ تعلق زیادہ مضبوط ہے شیخ کی صحبت میں وہ آنا جانا بھی رکھتا ہے مگر جب اپنے گھر جاتا ہے تو اپنے معمولات بھی کرتا ہے مشائخ نے یہ فرمایا کہ ایسا سال تک آپ کے پاس گیا اور اس نے اپنا دیا بھی جلا لیا اور جب وہ اپنے گھر گیا تو اس کے پاس روشنی اپنے گھر میں بھی موجود ہے مگر اس روشنی کی اب اس نے حفاظت کرنی ہے ایسا سالک کام طور پر نیک شخص ہوتا ہے۔ بہت زیادہ گناہ والی زندگی نہیں ہوتی معمولات کی بھی کچھ نہ کچھ پابندی ہوتی ہے ہے تو اس کی نیکی صرف شیخ تک محدود نہیں بلکہ جب وہ اپنے گھر اور علاقے میں بھی جاتا ہے تب بھی نیکی کر رہا ہوتا ہے اعمال بھی کر رہا ہوتا ہے سنت اور شریعت کے مطابق زندگی گزار رہا ہوتا ہے تو اس نسبت کو کہا جاتا ہے نسبت القائی۔ اور یہ نسبت پہلی نسبت سے زیادہ قوی نسبت ہے۔

3. نسبت اصلاحی:

تیسری قسم نسبتِ اصلاحی کہلاتی ہے۔ یہ بہت ہی قوی نسبت ہوتی ہے۔

نسبتِ اصلاحی کی مثال

اس نسبت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نہر کھودے اور اسے دریا سے ملادے۔ جو پانی دریا میں ہو گا وہ پانی اس نہر میں بھی آجائے گا۔ نہر میں پتے ٹہنیاں اور معمولی اینٹ روڑے وغیرہ بھی اس پانی کے بہاؤ کی وجہ سے ساتھ ہی بہہ جائیں گے۔ چنانچہ نسبتِ اصلاحی والا سالک بھی اسی طرح ہے کہ اس نے ذکر و اذکار اور معمولات پابندی سے کر کے، ریاضت و مجاہدے کر کے اور اپنے آپ کو شیخ کے پوری طرح حوالے کر کے یہ نورِ نسبت حاصل کر لیا ہے۔ اب اگر کبھی کوئی گناہ ہو بھی جائے تو اس نسبت کی برکت سے فوراً ہی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور گناہ کی گندگی اس نسبت کے ذریعے بہہ جاتی ہے۔ ایسے سالک کو پھر بہت کثرت سے شیخ کی صحبت میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں نسبتِ اصلاحی کی جھلک

حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کرنی ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں رشید احمد ایک رات ٹھہر جاؤ، وہ ایک رات ٹھہر گئے۔ پھر جب جانے کا وقت آیا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میاں رشید احمد چالیس راتیں ٹھہر جاؤ تو انہوں نے عرض کیا کہ جی حضرت ٹھہر جاتا ہوں۔ یہ نسبتِ اصلاحی کی دلیل ہے کہ انسان اپنے آپ کو Twist کرتا ہے شیخ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے۔

عقیدت و محبت میں فرق:

ہمارے جانے والے ایک بزرگ مثال دیا کرتے تھے کہ ایک عالم نے سیاست میں قدم رکھا، بہت پرانے زمانے کی بات ہے جب سیاست میں الیکشن جیتنے کے لئے دس گیارہ ہزار ووٹ درکار ہوتے تھے، وہ عالم جس مسجد میں نماز پڑھاتے تھے وہاں دو تین ہزار لوگ نماز پڑھنے آتے تھے، انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ ہر خاندان میں تین چار افراد ہوں گے تو انہوں نے اندازہ لگایا کہ بارہ ہزار ووٹ پکے ہیں مگر جب الیکشن ہوئے تو ان کو بارہ سو ووٹ بھی نہیں ملے اب وہ عالم صاحب بہت پریشان ہوئے اور کچھ عرصے تک یہی سوچتے رہے کہ ہر جمعہ کو لوگ میرا بیان سنتے ہیں، مگر انہوں نے مجھے ووٹ نہیں دیے۔ انہوں نے اپنے کسی بڑے جانے والے سے یہ بات پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ سارے لوگ آپ سے عقیدت تو رکھتے تھے مگر محبت نہیں رکھتے تھے۔

تو محبت رکھنا اور چیز ہے، عقیدت رکھنا اور چیز ہے۔ نسبت القائی والا سالک اپنے شیخ کے ساتھ عقیدت تو رکھتا ہے مگر دیوانی وار محبت میں کمی ہوتی ہے۔ نسبت اصلاحی والے سالک بزبان حال کہہ رہا ہوتا ہے:

ع اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی

نسبت اصلاحی والا سالک اپنے شیخ کی خدمت بھی بہت کرتا ہے اور مزے کی بات یہ

ہے کہ خدمت کرنے کے بعد ڈانٹ بھی خوب کھاتا ہے۔اور خدمت اور ڈانٹ کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ شکر ہے میرے شیخ میں میرے اوپر توجہ کی ہوئی ہے اور نسبت القائی والا سالک یہ چاہتا ہے کہ بس ہر وقت شیخ میری تعریف کرتے رہیں اور تھوڑی سی ڈانٹ پڑنے پر وہ بھاگ جاتا ہے۔

تو جہاں انسان بہت ساری چیزوں کے لیے دعا کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ ایک خصوصی دعا یہ بھی کرے کہ اس کو یہ نسبت اصلاحی حاصل ہو جائے کیونکہ اس دنیا کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے وہ یہ نسبت اصلاحی ہے۔

چوتھی نسبت: نسبت اتحادی

چوتھی نسبت ہے جس کو نسبت اتحادی کہتے ہیں یہ نسبت اصلاحی سے بھی زیادہ مظبوط ہوتی ہے، مگر یہ مقصود نہیں ہے۔اس نسبت میں شیخ اور سالک کی قربت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ دونوں کا باطن ایک جیسا ہو جاتا ہے اور کئی مرتبہ ظاہر بھی ایک جیسا محسوس ہونے لگتا ہے، سالک کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اور اس کی آواز بھی اپنے شیخ جیسی ہو جاتی ہے، مگر یہ مقصود نہیں ہے۔یہ نایاب نسبت ہے۔

مشائخ نے اس نسبت کی مثال دی کہ یہ نسبت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھی۔کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھنے والوں کو سمجھ نہیں

آیا کہ نبی کون ہیں اور امتی کون ہے، کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ سے مصافحہ کرنے لگے اور کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اپنا کپڑا نبی اکرم ﷺ کے سر پر ڈالا تو لوگوں کو پتہ چلا کے نبی کون ہیں اور خادم کون ہے۔

اس نسبت میں ظاہری مشابہت بھی بھی ایک جیسی ہو جاتی ہے ہے رعب اور دبدبہ بھی ایک جیسا ہو جاتا ہے طبیعت بھی ایک جیسی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے مشائخ سے کامل نسبت نصیب فرمائے آئے آمین اور اپنا خاص طور پر عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين

سلسلہ نمبر 8

تربیتی مجالس

- اللہ جلَّ شانُہٗ کی سرپرستی
- معراج کے واقعے کی حکمتیں
- بہترین انسان
- نیکی میں مقابلہ

از افادات

حضرت مولانا شیخ

محمد اظہر اقبال صاحب مدظلہم

HIDAYAH PUBLISHERS